دیارِ محبوب کا ایک سفر

داعی کبیر شیخ مصطفیٰ السباعی علیہ الرحمۃ

تلخیص و ترجمہ :- سمیع الحق

داعی کبیر بطل اسلام شیخ مصطفیٰ السباعی علیہ الرحمۃ جن کا پچھلے سال دمشق میں انتقال ہوا ملتِ اسلامیہ کے ان مخلص قائدین میں سے تھے جن کی زندگی کے تمام لمحات دینی دعوت اعلاء دین کی جان سوزی اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کی جدوجہد میں صرف ہوئے دعوت و تبلیغ تصنیف و تالیف جہاد و سرفروشی کا کوئی محاذ ایسا نہ تھا جس کی صفِ اوّل پر ملتِ کے اس غمخوار نے باطل کا مقابلہ نہ کیا ہو۔ اس علم و شہرت کے باوجود ان کا دل اسلاف کی محبت سے معمور اور علمی گھمنڈ و غرور سے پاک تھا۔ اور طویل جانگسل علالت کے دوران صبر و رضا کے وہ نقوش ثبت کئے جن کی نظیر مشکل سے ملے گی خوش قسمتی سے اسی سفر حجاز کے دوران جس کے تاثرات آپ نیچے پڑھیں گے اس ناچیز کو بھی مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں ان سے کئی بار ملنے کی سعادت حاصل ہوئی بستر مرگ پر دراز ہونے کے باوجود ان کی ہر بات اسلام کے سوز سے لبریز تھی اور ملتِ مسلمہ کے نشاۃ ثانیہ کیلئے ان کا دل تڑپ رہا تھا ـــــــ

سمیع الحق

میری خواہش نہیں تھی کہ اپنے پچھلے سال کے سفر بیت اللہ الحرام اور ادا شعار حج کے بارہ میں کچھ لکھتا۔ مگر اس سفر مبارک کے بعض مفید اور عبرت انگیز و نصیحت آموز مشاہدات نے مجھے "حضارۃ الاسلام" میں اپنے تاثرات کے اظہار پر آمادہ کیا۔ بارگاہ خداوندی سے امید ہے کہ اس تحریر کے اغراض و محرکات کے بدلے مجھے اجر و ثواب ملے اور قارئین کے دلوں میں جاگزیں ہو کر بہترین نتائج پیدا ہوں۔ اس سے قبل بھی دو مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ادا شعار حج کی توفیق دی پہلی مرتبہ ۱۳۶۴ھ اور دوسری مرتبہ ۱۳۷۱ھ میں جبکہ میں نے کلیۃ الشریعۃ دمشق کے اساتذہ و طلبہ کی جماعت سمیت بلاد مقدسہ کی زیارت کی ـــ

اس کے بعد میں دو سال تک اس شدید مرض فالج کا شکار رہا جس کے تکلیف دہ اثرات کو اب تک برداشت کرتا رہا ہوں۔ وہ ایام جن میں خداوند قدوس کے پے در پے انعامات و اکرامات اور

اس کی مرضیات قضا و قدر کے فیصلوں پر صابر و شاکر ہوں۔ میرا قلم اللہ عز وجل کی قدرتِ کاملہ، جلالت قدسیہ کے اظہار اور احسانات عظیمہ کے حق شکر و حمد ادا کرنے سے قاصر ہے۔

پچھلے رمضان المبارک میں اچانک میری مرض میں اضافہ ہوا درد و کرب اور تکلیف کے ایسے عوارض پیش آئے کہ اس طویل مرض میں مجھے پہلے اُن کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ بالخصوص رمضان کی آخری مبارک راتوں میں مرض کی شدت انتہا کو پہنچ گئی۔ درد و آلام کے مارے میری آنکھ نہ لگتی اور رات بھر کروٹیں بدلتا رہتا۔ ان طویل راتوں کی تنہائی میں تفکرات و آلام کے ہجوم کے دوران بارگاہِ خداوندی میں فریاد رسی کیلئے ایک قصیدہ موزوں ہوا جس کا عنوان ہے ؎

یا سائق الظعن نحو البیت والحرم   دع نحو طیبة تبغی سید الامم[1]

اور کئی راتیں جب درد و اذیت کے صدمے ناقابل تحمل ہو جاتے تو مجھ پر رقت طاری ہو جاتی، دل و دماغ میں جذبۂ شوق کے طوفان اٹھنے لگتے اور بارگاہِ خداوندی میں نالۂ و شیون کا ظہور اس قصیدہ کے اشعار کی شکل میں ہوتا رہا اور اندرونی جذبات ابیات کے قالب میں ڈھلتے رہے۔ اسی سوز و ساز میں تقریباً ایک سو اشعار موزوں ہوئے[2]

---

[1] اے سواری ہانکنے والے بیت اللہ اور حرم پاک کی جانب اور سید الامم کی خاطر مدینہ طیبہ کی طرف۔

[2] اس قصیدہ کے بعض اشعار اہل علم کے محفوظ ہونے کیلئے درج کئے جاتے ہیں۔ جو فقید مرحوم کے وصال کے بعد "حضارۃ الاسلام" کے عدد خاص میں شائع ہوئے۔

یا سیدی یا حبیب اللہ جئت الی   اعتاب بابك اشکوا البرح من سقمی
یا سیدی قد تمادی السقم فی جسدی   من شدۃ السقم لم اغفل ولم انم
الاهل حولی غرقی فی رقادهم   انا الوحید جفاة النوم من الم
قد عشت دهراً مديداً فی رقادهم   والیوم لاشیئ غیر القول والقلم
یا سیدی طال شوقی للجهاد فهل   تدعوا الی اللہ عوداً عالی العلم
فاکرم الناس من کانت منیتہ   فی حومة الحق جلداً غیر منهزم
واهون الناس من جاءت منیتہ   خلوا من الهم او خلوا من الهمم
یا سیدی یا حبیب اللہ معذرة   انی محب وقولی صادق الکلم
من کان یهواك حقاً کیف یجد ما   تولیه للناس من خیر ومن کرم
الیوم انديك والاحوال مظلمة   جنود جهلك زجوا کشف ذی الظلم
وکیف اياسی والا لامر عنا مسرة   ان الیؤوس کفور الفضل والنعم

اس طویل قصیدہ میں میں نے بارگاہِ قدس میں دامنِ سوال پھیلایا ہے۔ اور اس سے اس کی حرم کی رحمت واسعہ تک رسائی کی التجائیں کی ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مقدس و پاکیزہ روضۂ مطہرہ اور ان دیارِ پاک کا ذکر کیا ہے۔ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوتِ خالدہ اور ابدی پیغام کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ نیز اس قصیدہ میں ضعفاء اور مریضوں کی شفاء میں حضورؐ کے اعجازِ مسیحائی اور معجزاتِ باہرہ کا تذکرہ بھی آیا ہے۔

اس کے بعد اشہرِ حج شروع ہوئے اور میری بیماری دن بدن شدت اختیار کر رہی تھی۔ دعوتِ ربانی ندائے ابراہیم خلیل علیہ السلام پر لبیک کہنے والے خوش نصیبوں کی روانگی حجازِ مقدس شروع ہو چکی تھی۔ اچانک میرے دل میں بھی یہ تڑپ اور ولولہ بیدار ہوا کہ سفرِ حج کی مشقتوں میں بھی اس کاروانِ عشاق میں شامل ہو جاؤں شاید عرفات کی مبارک شام کی رحمتیں اور برکتیں مجھے بھی اپنے اندر سمیٹ لیں اور اللہ تعالیٰ کی وہ خوشنودی مجھے بھی نصیب ہو جس کی بشارتیں احادیث صحیحہ میں دی گئی ہیں۔

اس جذبہ کے جاگ اٹھنے پر میں نے پاسپورٹ کیلئے کوشش شروع کی۔ ادھر میرے خویش واقارب احباب و رفقاء کو اس ارادے سے سخت حیرت ہوئی اور ازراہِ شفقت اس زار و نزار جاں بلب مریض کو اس طویل سفر سے باز رکھنے کی کوششیں کیں جو ضعف کے مارے بسترِ علالت پر خود کروٹ بھی نہ بدل سکتا تھا۔ بالآخر جب انہیں میرے بارہ میں مایوسی ہوئی تو باصرار سب نے مشورہ دیا کہ میں اولاً مدینہ طیبہ جاؤں اور موسمِ حج کے اختتام تک وہاں رہوں۔ پھر بعد از موسم حجاج کرام کے ہجوم و اژدحام ختم ہونے پر بغرضِ عمرہ مکہ معظمہ چلا جاؤں۔ مگر میں نے سوچا کہ اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور خسارہ کیا ہوگا کہ اتنا قریب رہ کر بھی میں عرفات کی اس مخصوص رحمت و برکت سے محروم رہوں جو حضرت حق جل مجدہٗ کی جانب سے اس کے وفا شعار بندوں پر اس دن نازل ہوگی اور رحمت سمیٹنے کا یہ قیمتی موقع کھونے کے بعد وہاں جاؤں میں نے اٹل فیصلہ کیا کہ مجھے سعادتِ حج حاصل کرنی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ کی جو مرضی ہو ــــ اگر وہ مجھے بسلامتی واپس لوٹائے تو دولتِ ایمان و سعادتِ زیارتِ حرمین لیکر آجاؤں گا۔ اور اگر اس نے وہاں ہی میری موت کا فیصلہ کیا ہو تو زہے نصیب دیارِ محبوب کی موت اور وصال کی نعمت ــــ جس کیلئے میں شدت سے بیتاب ہوں ــــ اس سے قبل بیماری کے دوران ہی مجھے تین مرتبہ یورپ جانا پڑا۔ اور ہسپتالوں میں بغرضِ علاج داخل ہوا۔ میرا آخری سفرِ یورپ گذشتہ جولائی ۱۹۶۳ء کو ہوا۔ اور وہاں مجھے دماغ کا آپریشن کرانا پڑا۔ ان اسفار میں ہر مرتبہ اور ہر شہر میں مجھے مختلف ممالک کے ایسے مخلص بھائی ملے جو ہر وقت میری تیمارداری اور آرام و راحت پہنچانے میں لگے رہتے محض دینی اور

اسلامی رشتہ کی خاطر ایک اجنبی کیلئے رات بھر جاگتے اور ایک مسافر مریض کی پریشانیوں کا بوجھ اٹھاتے۔ پھر کیا اللہ تعالیٰ اس سفر میں مشفق ساتھیوں سے میری دستگیری نہیں فرما دے گا۔ جو سفر کی کلفتوں اور نقل و حرکت کی صعوبتوں میں میری مدد کریں۔ جبکہ میں اس کی بارگاہ عالی میں شفایابی حاصل کرنے جا رہا ہوں۔

——— ان تصورات سے میری ڈھارس بندھ جاتی ——— میرا حوصلہ اور بھی بلند ہونے لگا۔ اور وہ مبارک گھڑی بالآخر آپہنچی اور میں ۲۲ ذی قعدہ کو دمشق سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچا اور بارہ روز تک وہاں ٹھہر کر مکہ معظمہ چلا گیا اور تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فریضۂ حج کی ادائیگی کی توفیق دی۔ حج کے بعد چند دن تک مکہ معظمہ کی روح پرور فضاؤں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اور وہاں سے دوبارہ مدینہ طیبہ لوٹا کہ وطن کی واپسی سے قبل چند دن مزید جوار رسول کریم الصلوٰۃ والسلام کی سعادت حاصل کروں لیکن مدینہ طیبہ میں مجھے اچانک ایسی شدید گرمی کا سامنا کرنا پڑا جکی تاب میرا نحیف و نزار جسم نہیں لا سکتا تھا۔ چنانچہ جلد ہی حجاز کے بہترین اور خوبصورت گرمائی مقام طائف میں چند دن ٹھہرنے کے خیال سے مجھے دوبارہ مکہ معظمہ واپس ہونا پڑا ———

طائف جس سے حضور نبی کریم علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے عبرت انگیز واقعات وابستہ ہیں۔ بہار کا موسم بھی ایک حالت پر نہیں رہتا۔ فالج اور اعصابی مریض کے لئے ایسا موسم بہت مضر رہتا ہے۔ اس لئے چند دن مکہ معظمہ میں ٹھہر کر میں نے واپسی کا عزم کر لیا۔ تاکہ گرمی کا باقی موسم دمشق ہی میں گذار سکوں۔

میں چاہتا ہوں کہ اس تقریب سے ان چند انعامات خداوندی کا ذکر کروں جس سے مجھے خداوند تعالیٰ نے اس سفر میں نوازا۔ اور یہاں کے خیر و برکت کے بارہ میں میرے تصورات، مشاہدات اور یقین سے بدل گئے ———

اسلامی اخوت کے اٹوٹ رشتے

پہلی نعمت یہ کہ خداوند تعالیٰ نے دمشق کے ہوائی اڈہ سے روانگی سے لیکر دیار مقدسہ سے واپسی تک مجھے اخوت اسلامی کے پیکر ساتھیوں سے نوازا جنہوں نے تمام سفر میں مجھے اپنی شفقت و عنایت سے نوازا۔ ان میں سے اکثر کو نہ میں پہچانتا تھا۔ اور نہ وہ میرے ہموطن تھے۔ مگر اسلام کی عالمگیر برادری بھی جس کی وجہ سے وہ میرے ساتھ ایک بھائی کی طرح سلوک کرتے تھے۔ یہ ایک ایسا مقدس رشتہ ہے جس کی راہ میں ساری رسمی جغرافیائی حدود اور دوریاں ہیچ ہیں۔ جیساکہ مشاہدہ ہے کہ آج دنیا بھر میں کوئی ایسا عقیدہ اور نظریہ نہیں جو ایسی صاف پاکیزہ اخوت انسانی پیدا کرے جو ہر طرح کی مادی اغراض اور حرص و لالچ کے شائبوں سے پاک ہو جیسے لوگوں کو خداوند تعالیٰ نے اخوۃ اسلامی کے تقدس پر ایمان کی

دولت سے نوازا ہے۔ اور جو لوگ اس رشتہ کے استحکام اور مضبوطی کیلئے اپنی پوری علمی و فکری قوتیں خرچ کر رہے ہیں۔ انہیں اسلام کی اس امتیازی نعمت و طاقت کی سچی قدر و قیمت معلوم ہو سکتی ہے۔

ہم پوری بصیرت اور یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ بے چین دنیا کے امن اور سلامتی کے لئے صرف وہ پاکیزہ اسلام ہی امن اور سکون دے سکتا ہے۔ جسکی بنیادیں ایسے مقدس رشتوں پر استوار ہوئیں اور جسکی ہدایت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے دنیا کی تمام سرحدات اور رکاوٹوں کو پامال کیا۔ اور جس کیلئے دنیا کو امن و سلامتی کا پیغام دیا۔ آج پھر اسلام ہی سے دنیا کو برادری اور سلامتی کی دولت مل سکتی ہے۔ اور دنیا کی مختلف قوموں میں انسانی برادری کے جذبات ابھر سکتے ہیں۔ وہ اشتراکیت جو انسانی اخوۃ کی بجائے سوشلسٹ اور لیبر اخوۃ پر ایمان رکھتی ہے۔ جن کو صرف پیٹ اور مادہ کی مشترکہ جد وجہد نے آپس میں جوڑ رکھا ہے۔ اسلام کی اس پاکیزہ اخوت اور رشتہ کی بلندیوں کو چھو نہیں سکتی جو حرص و لالچ خود غرضی اور جلب منافع غرض دنیا کی تمام آلائشوں سے پاک ہے۔ ان مادہ پرستوں کے رشتے جن نظریات اور اغراض پر استوار ہیں اس نے تو دنیا کو باہمی بغض و عناد جنگ و جدال خود غرضی کی جہنم میں جھونک دیا ہے۔ جو دنیا کی عالمگیر لڑائیوں اور باہمی اضطراب و انتشار اور شر و جنگ کا باعث بن رہے ہیں ۔۔۔۔۔۔ ۔۔ (باقی آئندہ)

غلبہ خشیت

حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت میں چاہتا ہوں کہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجھے زیارت ہو جائے آپ نے فرمایا کہ بھائی تم بڑی ہمت اور بڑے حوصلے کے ہو کہ زیارت نبوی کے طالب ہو۔ ہماری لیاقت تو فقط اس قدر ہے کہ اگر گنبد اخضر شریف پر نگاہ پڑ جائے جو مدینہ منورہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر نظر آتا ہے۔ تو بڑی خوش نصیبی ہے۔ ہماری لیاقت اس قدر کہاں کہ ڈیوڑھی پر حاضر ہو سکیں۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص سب سے اخیر میں دوزخ سے گھسٹتا ہوا نکلے گا اور وہ جہنم میں شور و غل کرے گا۔ کہ اے اللہ میں ہی کیوں رہ گیا۔ حکم ہوگا کہ اسکو یہاں سے نکال کر دوزخ کے کنارہ پر بٹھا دو۔ پس ایسا ہی ہوگا۔ اور اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا۔ دیر لگے گی فریاد کرے گا۔ حکم ہوگا کہ دوزخ کی طرف اسکی پشت کر دو۔ پشت کرنا تھا کہ اب جنت نظر آنا شروع ہو گئی۔ اور اس کا ایک درخت نظر پڑیگا تو عرض کریگا کہ اے اللہ اس درخت تک پہنچا دیجئے۔ پھر دوسرا درخت نظر پڑیگا۔ اس کیلئے بھی یہی تمنا کریگا۔ ارشاد ہوگا یہ کیا ابھی تو ایک ہی درخت تک کی فرمائش تھی اب دوسرے درخت تک کی فرمائش ہو گئی۔ مگر اس پر غلبہ خواہش کا ہوگا۔ اور صبر نہ کر سکے گا۔ پس عرض کئے جائے گا۔ غالباً حضرت امام حسن بصریؒ جو تابعی ہیں یا اور کوئی بزرگ اس حدیث کو بیان کر کے فرمانے لگے کہ کاش! میں وہی شخص ہو جاؤں ان پر کس قدر خشیت تھی اپنے کو کس قدر کم درجہ کا سمجھتے تھے کہ اے اللہ میں ہی وہ شخص ہو جاؤں کہ کبھی تو دوزخ سے نکل جاؤں گا۔ (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ)